ارباب قلم کی علمی کاوشوں کا مبلغ

آن لائن ماہنامہ ----- شمارہ نومبر ۲۰۲۰ء

نفحاتِ حرم

یا محمد والی حدیث پر غیر مقلد ناصر الدین البانی کا ردِ بلیغ
شیخ رضا عسقلانی شافعی

واقعۂ ابولہب اور میلاد النبی ﷺ کے فائدے
مولانا عبد اللہ بن آدم

حق الیقین ترجمہ النور المبین – تیسری قسط
مولانا عبد الحسیب خان اختر القادری

سگانِ طیبہ سے اسلاف کے محبت بھرے انداز
مولانا نازش المدنی مرادآبادی

تقدیر میں لکھے ہونے کے باوجود "خودکشی" حرام کیوں؟
مولانا فیضان سرور مصباحی

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سیاسی تدبر
فردوس فاطمہ اشرفی

جاری کردہ
نفحاتِ حرم ای بک پبلشرز

شرفِ انتساب

امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت

امام الارض ابراہیم بن ادہم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

رحمة الله تعالى عليهم أجمعين

مدیرِ اعلیٰ

مولانا ابو محمد عارفین القادری

سن وماہِ اجرائے اشاعت

ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق محرالحرام ۱۴۴۲ھ

تحریر بھیجنے اور پی ڈی ایف شمارہ اور یونیکوڈ تحریر حاصل کرنے کے ذرائع

ای میل: arfeenjaipuri@gmail.com

واٹس اپ + ٹیلی گرام: +923333403632

فیس بوک: https://www.facebook.com/Nafhateharam

(اسلامی بہنیں ای میل اور فیس بک لنک پر میسج کرکے ایڈمن اسلامی بہن کا نمبر لے سکتی ہیں، جہاں پر تحریر بھیجی اور لی جاسکتی ہے)

جاری کردہ: نفحاتِ حرم ای بک پبلشرز

فہرست مشمولات

(نوٹ: ادارے کا مضمون نگار کی آراو تحقیق سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

صدائے نفحاتِ حرم

تحریر ظاہری طور پر ورق، الفاظ اور سیاہی کا مجموعہ ہوتی ہے جو اپنی شکل و بناوٹ کے اعتبار سے کمزور شے ہے مگر اس کی معنوی قوت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ یہ قوموں میں انقلاب برپا کر دیتی ہے، اُن کے عروج و زوال کا سبب بن جاتی ہے، قوموں کی سوچ و فکر کا زاویہ تبدیل کر دیتی ہے اس لئے اس کی بہت اہمیت ہے۔

پچھلے اَدوار میں تحاریر اخبارات، رسائل و کتب کی صورت میں شائع ہوتیں جسے باقاعدہ ہاتھ میں لیکر مطالعہ کیا جاتا اور یقیناً مطالعہ کا حقیقی لطف کتاب کو ہاتھ میں تھام کر ہی ملتا ہے مگر ہمارا زمانہ انٹرنیٹ کے عروج کا ہے جس میں تحاریر کو پڑھنے اور بھیجنے کے لئے ویب سائیٹس، پی ڈی ایف، ایپلیکیشنز جیسے برقی ذرائع استعمال ہوتے ہیں اور متعدد وجوہات ایسی ہیں جو ہمیں ان ذرائع سے جوڑے رکھتی ہیں جسے ہم چاہ کر بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ فی زمانہ نوجوان نسل میں ابتداءً انٹرنیٹ کے ذریعے سے ہی فکری تبدیلی پیدا کی جاتی ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ آج کے زمانے میں جنگ ہتھیاروں سے نہیں بلکہ سوچ و فکر پر قبضہ کر کے جیتی جاتی ہے اور ہر باطل مذہب اس جنگ میں مصروف ہے جس کے لئے انٹرنیٹ ایک اہم ذریعہ ہے تو ہم کیونکر اس پلیٹ فارم کو نظر انداز کر سکتے ہیں، لہٰذا اُن کی فکری اصلاح کے لئے ضروری ہے اصحابِ حق و اربابِ قلم جو اچھا لکھتے ہیں اور مزید لکھ سکتے ہیں ان کے کام کو آگے لایا جائے تاکہ فیضِ حق کی کرنوں سے باطل کی اندھیریاں ختم ہوں۔

ہم نے نفحاتِ حرم کے نام سے ایک پلیٹ فورم ترتیب دیا ہے جس کا مقصد مستند، محقق اور محوّلہ علمی مواد انٹرنیٹ پر پھیلانا ہے جس کے فوائد کثیر ہیں، نفحاتِ حرم کے نام سے ہر ماہ ایک برقی رسالہ نکالا جائے گا جس میں اربابِ قلم کی تحریروں کو شائع کیا جائے گا، نہ صرف اس برقی رسالے میں بلکہ انٹرنیٹ کے مشہور فورمز پر اُنہیں کے نام سے شائع کیا جائے گا تاکہ اہلِ حق کی تحاریر زیادہ سے زیادہ عام ہوں۔

ہم اربابِ علم و قلم سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنی تحاریر درج ذیل شرائط کے ساتھ ہمیں ارسال کریں۔

نمبر	شرائط
1	محرر سنی صحیح العقیدہ ہو۔([1])
2	تحریر امیج کی صورت میں نہ ہو بلکہ ٹیکسٹ کی صورت میں ہو۔
3	موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ دینی دنیاوی کسی بھی موضوع پر تحریر بھیجی جاسکتی ہے۔([2])
4	زبان کی کوئی قید نہیں ہے۔ عربی، اردو، فارسی، انگریزی کسی بھی زبان میں تحریر بھیجی جاسکتی ہے۔
5	تحریر کا معیاری ہونا ضروری ہے اور اس کی شمولیت کا فیصلہ نفحاتِ حرم بورڈ کرے گا۔ (معیاری سے مراد مواد اچھا اور با مقصد ہو، محض الفاظ کا ہیر پھیر، مترادف جملوں، پیرایوں اور دلیلوں کی تکرار نہ ہو)
6	حوالے جات مکمل ہونا ضروری ہے، کتاب کا محض نام لکھ دینا کافی نہیں ہے۔ مثلا شرح صحیح مسلم للنووی، جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۱، کتاب السیر، دارالفکر، بیروت۔

الحمد للہ! نفحاتِ حرم نے اسلامی بہنوں کے لئے بھی یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اپنی تحاریر بھیج سکتی ہیں بلکہ ہم انہیں ترغیب دلائیں گے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے عمدہ تحاریر لکھنے کی کوشش کریں اور امتِ مسلمہ کی فکری اصلاح کو مستحکم بنائے رکھنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

([1]) محررین کیلئے اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی بیان کردہ عقائد و نظریات کی تشریحات سے متفق ہونا ضروری ہے۔

([2]) تحریر بھیجنے کے ذرائع پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

یا محمد والی حدیث پر غیر مقلد ناصر الدین البانی کا ردِ بلیغ

(✍ شیخ رضا عسقلانی شافعی)

یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی حدیث کی درست تحقیق اور غیر مقلد ناصر البانی کا ردِ بلیغ:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ.

ترجمہ: امام بخاری نے کہا کہ ہم سے ابو نعیم (فضل بن دکین) نے بیان کیا ہے اور اُن سے امام سفیان (الثوری) نے بیان کیا ہے اور اُن سے امام ابو اسحاق (عمرو بن عبد اللہ السبیعی) نے اور اُن سے عَبد الرحمن بن سعد (جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے) نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پیر سُن ہو گیا، ایک شخص نے کہا (آپ) اُن کو یاد کرو جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، پس آپ رضی اللہ عنہ نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

(الأدب المفرد للبخاري، بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ الخ،رقم الحديث: ٩٦٤، صـ٣٣٥، دار البشائر الإسلامية، بيروت)

اس حدیث کی سند پر تحقیق:

(1) اس حدیث کے پہلے راوی خود امام بخاری ہیں جو تعارف کے محتاج نہیں۔

(2) دوسرے راوی امام بخاری کے استاد ابو نعیم الفضل بن دکین ہیں جو بہت بڑے حافظ الحدیث تھے اور یہ بخاری شریف کے راوی بھی ہیں جن کے بارے میں امام ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

الفضل ابن دكين الكوفي واسم دكين عمرو ابن حماد ابن زهير التيمي مولاهم الأحول أبو نعيم الملائي بضم الميم مشهور بكنيته ثقة ثبت من التاسعة مات سنة ثماني عشرة وقيل تسع عشرة وكان مولده سنة ثلاثين وهو من كبار شيوخ البخاري.

(تقریب التہذیب، جلد ا، صفحہ ۴۴۶، رقم: ۵۴۰۱)

(3) اس میں تیسرے راوی امام سفیان الثوری ہیں جو بہت بڑے حافظ الحدیث تھے اور یہ بخاری اور مسلم شریف کے راوی بھی ہیں، ان کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

هُوَ شَيْخُ الإِسْلاَمِ، إِمَامُ الحُفَّاظِ، سَيِّدُ العُلَمَاءِ العَامِلِيْنَ فِي زَمَانِهِ، أَبُو عَبْدِ اللهِ الثَّوْرِيُّ، الكُوْفِيُّ، المُجْتَهِدُ، مُصنِّفُ كِتَابِ (الجَامِعِ). (سیر اعلام النبلاء، جلد ۷، صفحہ ۲۳۰، رقم: ۸۲)

(4) اس میں چوتھے راوی امام ابو اسحاق ہیں جو بہت بڑے حافظ الحدیث تھے اور یہ بخاری اور مسلم شریف کے راوی بھی ہیں، ان کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

أَبُو إِسْحَاقَ السَّبِيْعِيُّ عَمْرُو بنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ ذِي يُحْمِدَ. وَقِيْلَ: عَمْرُو بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ عَلِيٍّ الهَمْدَانِيُّ، الكُوْفِيُّ، الحَافِظُ، شَيْخُ الكُوْفَةِ، وَعَالِمُهَا، وَمُحَدِّثُهَا. (سیر اعلام النبلاء، جلد ۵، صفحہ ۳۹۲، رقم: ۱۸۰)

(5) اس میں پانچویں راوی عَبد الرَّحمٰن بن سعد القرشی العدوی کوفی ہیں جو بہت بڑے تابعی تھے اور ان کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور یہ ثقہ تابعی تھے اور ان کی توثیق میں امام ذہبی کے استاد امام مزی لکھتے ہیں:

ذكره ابنُ حِبَّان في كتاب "الثقات". روى له البخاري في كتاب "الأدب"، حديثا واحدا موقوفا. وقد وقع لنا عاليا عنه. (تہذیب الکمال، جلد ۱۷، صفحہ ۱۴۳، رقم: ۳۸۳۳)

اور امام ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

عبد الرحمن" بن سعد القرشي كوفي روى عن مولاه عبد الله بن عمر وعنه أبو إسحاق السبيعي ومنصور بن المعتمر وأبو شيبة عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي وحماد بن أبي سليمان ذكره بن حبان في الثقات قلت وقال النسائي ثقة. (تہذیب التہذیب، جلد۶، صفحہ ۱۸۶، رقم:۳۷۶)

(6) چھٹے راوی تو خود صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

تحقیق سے ثابت ہوا اس روایت میں کوئی راوی ضعیف نہیں ہے۔

اب آتے ہیں غیر مقلد محدث ناصر البانی کے اعتراضات کی طرف پھر اُن کا چُن چُن کر رد کرتے ہیں۔

ناصر البانی کا ادب المفرد والی حدیث پر اعتراض اور اس کا ردِّ بلیغ:

ناصر البانی نے اسی روایت کو اپنی دو کتابوں میں ضعیف لکھا ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

۱- [قال الشيخ الألباني]: ضعيف (الادب المفرد للبخاری، صفحہ ۳۳۵، رقم:۹۶۳)

اس میں یہ علت بتائی کہ امام ابو اسحاق مدلس ہے وہ عن سے روایت کر رہے ہیں لہذا یہ ضعیف ہے۔

۲- (ضعيف) عن الهيثم بن حنش (تخریج الکلم الطیب لابن تیمیہ، صفحہ ۱۷۳، رقم:۲۳۶)

اس میں یہ علت بتائی کہ اس میں الھیثم بن حنش مجہول ہے جس کی توثیق ثابت نہیں لہذا یہ بھی ضعیف ہے۔

ناصر البانی نے اس حدیث کے ایک طُرق کو ذکر کر کے امام ابو اسحاق کی عن والی روایت کو اس لیے رد کیا ہے کہ اس میں امام ابو اسحاق نے سماع کی تصریح نہیں کی لیکن ناصر البانی یہ بھول گیا کہ اس حدیث کا ایک اور طرق بھی

ثابت ہے جو امام شعبہ بن الحجاج کا طرق ہے اور محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام شعبہ کی روایت مدلسین سے سماع پر محمول ہوتی ہے۔امام شعبہ مدلسین سے وہ روایت لیتے ہیں جو مدلسین نے اپنے شیخ سے سنی ہوئی ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام حربی روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَمَّنْ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: خَدِرَتْ رِجْلُهُ فَقِيلَ: اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ.

ترجمہ: ہم سے عفان (بن مسلم) نے حدیث بیان کی، اُن سے امام شعبہ (بن الحجاج) نے حدیث بیان کی اور انہوں نے امام ابو اسحاق سے اور انہوں نے اُن سے جس نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے، فرمایا: (ابن عمر رضی اللہ عنہ) کا پاؤں سن ہو گیا (تو) آپ سے کہا گیا کہ ان کو یاد کریں جو آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ پیارا ہو (تو) آپ نے کہا: یا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ (غریب الحدیث للابو اسحاق، جلد ۲، صفحہ ۶۷۳)

اس روایت کی سند پر تحقیق:

(۱) اس روایت کے پہلے راوی امام ابراہیم بن اسحاق الحربی ہے جن کی وفات ۲۸۵ ہجری کو ہوئی ہے، ان کی توثیق درج ذیل ہے:

خطیب البغدادی لکھتے ہیں:

وكان إماما في العلم، رأسا في الزهد، عارفا بالفقه، بصيرا بالأحكام، حافظا للحديث، مميزا لعلله، قيما بالأدب، جماعا للغة، وصنف كتبا كثيرة منها: غريب الحديث وغيره.

(تاریخ بغداد، حرف الالف، جلد ۶، صفحہ ۵۲۲، رقم: ۳۰۱۲)

امام دارقطنی فرماتے ہیں: وَإِبْرَاهِيْم إِمَام بَارِع فِي كُلِّ عِلْم، صَدُوْقٌ.

(سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۳، صفحہ ۳۶۰، رقم: ۱۷۳)

حافظ الحدیث الحسین بن فہم فرماتے ہیں:

لاَ تَرَى عينَاكَ مِثْل إِبْرَاهِيْم الحَرْبِيّ، إِمَام الدُّنْيَا، لَقَدْ رَأَيْتُ، وَجَالَسْتُ العُلَمَاء، فَمَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَكملَ مِنْهُ. (سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۳، صفحہ ۳۶۸، رقم: ۱۷۳)

امام حاکم فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بنَ صَالِحٍ القَاضِي يَقُوْلُ: لاَ نعِلْم بَغْدَاد أَخرجتْ مِثْل إِبْرَاهِيْم الحَرْبِيّ فِي الأَدب وَالفِقْه وَالحَدِيْث وَالزُّهْد. (سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۳، صفحہ ۳۶۸، رقم: ۱۷۳)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

هُوَ الشَّيْخُ، الإِمَامُ، الحَافِظُ، العَلاَّمَةُ، شَيْخُ الإِسْلاَمِ، أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيْمُ بنُ إِسْحَاقَ بنِ إِبْرَاهِيْمَ بنِ بَشِيْرٍ البَغْدَادِيُّ، الحَرْبِيُّ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ. (سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۳، صفحہ ۳۵۶، رقم: ۱۷۳)

امام سبکی شافعی لکھتے ہیں:

إِبْرَاهِيم بن إِسْحَاق بن إِبْرَاهِيم بن بشر الحربى أَبُو إِسْحَاق: الْفَقِيه الْحَافِظ.

(طبقات الشافعیۃ الکبری، جلد ۲، صفحہ ۲۵۶، رقم: ۵۸)

(۲) اس روایت میں دوسرا راوی عفان بن مسلم ہے جو ثقہ ہے اور یہ بخاری اور مسلم شریف کا راوی ہے، ان کی توثیق درج ذیل ہے۔

امام ابن سعد فرماتے ہیں: وَكَانَ ثِقَةً ثَبَتًا كَثِيرَ الْحَدِيثِ حُجَّةً. (طبقات الکبری، جلد ۷، صفحہ ۲۱۸)

امام کلاباذی نے عفان بن مسلم کو صحیح بخاری کی راویوں میں درج کیا ہے۔

امام ابو حاتم نے کہا: هو ثقة إمام. (تاریخ البغداد، جلد ۱۲، صفحہ ۲۶۵)

ابن خراش نے کہا:ثقة من خيار المسلمين. (تہذیب التہذیب، جلد۷، صفحہ ۲۳۴)

امام ابن قانع نے کہا:ثقة مأمون. (تہذیب التہذیب، جلد۷، صفحہ ۲۳۴)

امام ابن معین نے کہا:

أصحاب الحديث خمسة، مالك، وابن جريج، والثوري، وشعبة، وعفان.

(تاریخ البغداد، جلد ۱۲، صفحہ ۲۶۹)

(۳) تیسرے راوی امام شعبہ بن الحجاج ہیں جو بہت بڑے حافظ الحدیث تھے ویسے یہ تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کے بارے میں امام سفیان الثوری فرماتے ہیں:

شعبة أمير المؤمنين فى الحديث. (تہذیب الکمال، رقم:۲۷۹۰)

امام ذہبی لکھتے ہیں:الإِمَامُ، الحَافِظُ، أَمِيْرُ المُؤْمِنِيْنَ فِي الحَدِيْثِ. (سیر اعلام النبلاء، جلد۷، صفحہ ۲۰۲)

ان کی توثیق بہت زیادہ ہے لہذا اتناہی کافی ہے۔

(۴) چوتھے راوی امام ابو اسحاق کی توثیق اوپر ثابت کر آئے ہیں۔

شعبہ عن ابی اسحاق عن (فلاں راوی) کی سند کے بارے میں محدثین کا نظریہ:

محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام شعبہ مدلسین سے وہ حدیث لیتے ہیں جس میں تدلیس نہیں ہوتی بلکہ مدلسین نے وہ حدیث اپنے شیخ سے سنی ہوئی ہوتی ہے اس لیے امام شعبہ کی مدلسین سے عن والی روایت محمول علی السماع ہوتی ہے۔

امام یحیی بن سعید القطان نے کہا:

كل شئ يحدث (به) شعبة عن رجل فلاتحتاج أن تقول عن ذاك الرجل أنه سمع فلانا، قد كفاك أمره.

ترجمہ: ہر ایسی (حدیث کی تمام) شئ جس کو امام شعبہ نے کسی مرد سے بیان کیا ہو تو اس میں اس بات کی محتاجی نہیں کہ وہ اس مرد کے بارے میں کہیں کہ اس نے فلاں سے سنا ہے تمہارے لیے یہ حکم کافی ہے۔

(الجرح التعدیل لابی حاتم، جلد ۱، صفحہ ۱۶۲)

غیر مقلد زبیر زئی نے امام یحیٰ بن سعید القطان کی اس بات کی سند کو صحیح قرار دے دیا۔

(فتح المبین علی تحقیق طبقات المدلسین، صفحہ ۲۲۴)

امام شعبہ بن الحجاج خود فرماتے ہیں:

كل شئ حدثتكم به فذلك الرجل حدثني به أنه سمعه من فلان إلا شيئا أبينه لكم.

ترجمہ: ہر ایسی (حدیث کی تمام) شئ جو میں نے تم سے بیان کی ہو کسی مرد سے تو وہ مرد ہے جس نے مجھے بیان کیا ہے کہ اس نے فلاں سے سنا ہے۔ (الجرح التعدیل لابی حاتم، جلد ۱، صفحہ ۱۷۳)

غیر مقلد زبیر زئی نے امام شعبہ بن الحجاج کی اس بات کی سند کو صحیح قرار دے دیا۔

(فتح المبین علی تحقیق طبقات المدلسین، صفحہ ۲۲۴)

خود گستاخ المحدثین والفقہاء نام نہاد اہل حدیث وہابی زبیر زئی اوپر دی گئی دلیل کو لکھ کر کہتا ہے:

قلت: فيه دليل على أن حديث شعبة عن المدلسين محمول على السماع.

ترجمہ: میں (یعنی غالی وہابی زبیر زئی) کہتا ہوں اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ امام شعبہ کی حدیث جو مدلسین سے ہو وہ محمول علی السماع ہوتی ہیں۔ (فتح المبین علی تحقیق طبقات المدلسین، صفحہ ۲۲۴)

امام ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

وإنما جزمت بشعبة، لأنه كان لا يأخذ عن أحد ممن وصف بالتدليس إلا ما صرح فيه ذلك المدلس بسماعه من شيخه.

ترجمہ: اور میں (یعنی امام عسقلانی) نے امام شعبہ پر اس لئے یقین کیا ہے کہ وہ ان (محدثین) سے حدیث نہیں لیتے جو تدلیس کے ساتھ موصوف ہوں سوائے اس کے جس میں اس مدلس (راوی) نے اس حدیث کی اپنے شیخ سے سماع کی ہو (یعنی سنی ہو)۔ (النکت علی کتاب ابن الصلاح، جلد ا، صفحہ ۲۵۹)

اور گستاخ المحدثین والفقہاء نام نہاد اہل حدیث وہابی زبیر زئی امام شعبہ کی امام ابو اسحاق سے عن والی روایت کے بارے میں لکھتا ہے: وکذلک حدیث شعبۃ عن ابی اسحاق محمول علی السماع.

ترجمہ: اور اسی طرح شعبہ کی حدیث ابو اسحاق سے سماع پر محمول ہو گی۔ (فتح المبین علی تحقیق طبقات المدلسین، صفحہ ۱۱۰)

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اس حدیث کو امام ابو اسحاق نے اپنے شیخ سے سماع کیا ہے لہذا اس میں تدلیس کا شبہ باطل ثابت ہو گیا۔ (الحمدللہ)

باقی رہا اس روایت میں مبہم راوی کا مسئلہ اس کو جاننے کا طریقہ یہ ہے:

ڈاکٹر طحان مصری استاذ الحدیث مدینہ یونیورسٹی مبہم راوی کو جاننے کے دو طریقے لکھے ہیں:

(۱) بعض دیگر روایات میں اس (راوی) کا نام ذکر کیا گیا ہوتا ہے۔

(۲) یا سیرت و سوانح کی کتابوں میں بالعموم ان کی تصریح مل جاتی ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث اردو ترجمہ تیسیر اصول حدیث، صفحہ ۱۵۲)

(نوٹ: تیسیر اصول حدیث کے نام سے تیسیر مصطلح الحدیث کا ترجمہ وہابی ابو عمار عمر فاروق سعیدی نے کیا ہے۔ اور یہ سعیدی سنی نہیں ہے لہذا خیال سے اس کی کتابوں کو خرید اکریں)

اس سے ثابت ہو گیا کہ دیگر سند سے مبہم راوی کی شناخت کی جا سکتی ہے اور امام ابو اسحاق نے اپنی دوسری مضبوط سند میں اس مبہم راوی کی نام کی تصریح بھی کر دی جس سے یہ حدیث سنی تھی وہ امام بخاری کی ادب المفرد والی سند جو یہ ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ.

اس سے ثابت ہو گیا وہ مبہم راوی عبد الرحمن بن سعد ہے اور وہ ثقہ تابعی ہے۔ اس حدیث میں تمام شک و شبہ کا قلع قمع ہو الہذا اس کی سند صحیح ثابت ہو گئی (الحمد اللہ)۔

اسی لیے امام یعقوب بن سفیان الفارسی لکھتے ہیں:

وَحَدِيثُ سُفْيَانَ وَأَبِي إِسْحَاقَ وَالْأَعْمَشِ مَا لَمْ يُعْلَمْ أَنَّهُ مُدَلِّسٌ يَقُومُ مَقَامَ الْحُجَّةِ.

ترجمہ: اور سفیان (ثوری)، ابو اسحاق اور اعمش کی حدیث جب تک اس کی تدلیس کا علم نہ ہو تو وہ حجۃ (یعنی قبول کرنے) کے قائم مقام ہو گی۔ (المعرفۃ التاریخ، جلد ۲، صفحہ ۶۳۷)

ناصر البانی غیر مقلد خود لکھتا ہے:

وأبوإسحاق هو عمرو بن عبيد الله السبيعي وهو ثقة لكنه مدلس، وكان قد اختلط، فهو لا بأس به في الشواهد، إلا من رواية سفيان الثوري وشعبة فحديثهما عنه حجة.

ترجمہ: اور ابو اسحاق یہ عمرو بن عبید اللہ السبیعی ہیں اور یہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہے۔ اور کبھی اختلاط بھی ہو جاتا تھا۔ پس یہ شواہد میں کچھ حرج نہیں مگر سفیان الثوری اور شعبہ کی روایت میں (تدلیس نہ ہونے کی وجہ) دونوں کی حدیث امام ابو اسحاق سے حجت ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، جلد ۴، صفحہ ۱۵، الرقم:۱۵۰۹)

ناصر البانی غیر مقلد کی خود کی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ امام سفیان ثوری اور امام شعبہ کی امام ابو اسحاق سے آگے والے راوی سے عن والی روایت حجت (مقبول) ہوتی ہے اس میں تدلیس کا شبہ نہیں ہوتا۔

ناصر البانی کا ردِ بلیغ جمہور محدثین سے اور خود اس کی اپنی تحریر سے ثابت کر دیا ہے لہذا یہ روایت جمہور محدثین سے اور خود ناصر البانی کی تحریر سے صحیح ثابت ہو گئی (الحمد للہ)۔

دعویٰ اضطرابِ سند اور اُس کا ردِ بلیغ:

میں نے کچھ وہابی ویب سائٹ پر دیکھا، انہوں نے اس حدیث کی سند میں اضطراب ثابت کیا ہوا تھا لہذا میں اُس کے دیئے گے دلائل کا رد بھی یہاں کر دیتا ہوں۔

وہابی ویب سائٹ پر اضطرابِ سند کے دلائل:

(پہلی سند)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْبَرْذَعِيُّ، ثنا حَاجِبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، ثنا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ حَنَشٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَخَدِرَتْ رِجْلُهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: " اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَقَامَ فَكَأَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ.

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱، الرقم:۱۷۰)

(دوسری سند)حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَنْمَاطِيُّ، وَعَمْرُو بْنُ الْجُنَيْدِ بْنِ عِيسَى، قَالَا: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ خِدَاشٍ، ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، ثنا أَبُو إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ، عَنْ أَبِي شُعْبَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَخَدِرَتْ رِجْلُهُ، فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدَاهُ فَقَامَ فَمَشَى. (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، جلد ا، صفحہ ۱۴۱، الرقم:۱۶۸)

(تیسری سند)أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الصُّوفِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، ثنا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَخَدِرَتْ رِجْلُهُ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا لِرِجْلِكَ؟ قَالَ: اجْتَمَعَ عَصَبُهَا مِنْ هَاهُنَا. قُلْتُ: ادْعُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ. فَانْبَسَطَتْ. (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، جلد ا، صفحہ ۱۴۲، الرقم:۱۷۲)

امام ابو اسحاق نے اس روایت میں تین اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کے نام یہ ہیں:

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ — أَبِي شُعْبَةَ — الْهَيْثَمِ بْنِ حَنَشٍ

جس سے ثابت ہوتا ہے اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے لہذا یہ حدیث سند میں اضطراب کی وجہ سے استدلال کرنے کے لائق نہیں۔

وہابی بے چارے کو اضطرابِ سند کی تعریف کا پتہ تک نہیں ورنہ ایسی جہالت ویب سائٹ پر شیئر نہ کرتا۔

اب آتے ہیں اس کے دیئے گئے دلائل کی طرف جن کو ہم اصول حدیث کی روشنی میں مردود اور باطل ثابت کرتے ہیں۔

مضطرب کی تعریف کی شرح میں ڈاکٹر طحان مصری استاذ الحدیث مدینہ یونیورسٹی میں لکھتا ہے:

تفصیل اس تعریف کی یہ ہے کہ وہ حدیث جو کئی مختلف سندوں اور متون سے مروی ہو مگر ان میں ایسا تعارض ہو کہ کسی طرح مطابقت نہ دی جا سکے۔ اور ساتھ ہی یہ تمام اسانید و متون قوت و مرتبہ میں ایک دوسرے کے برابر ہوں اور کسی بھی اعتبار سے ان میں ترجیح ممکن نہ ہو۔ (تیسیر مصطلح الحدیث اردو ترجمہ تیسیر اصول حدیث، صفحہ ۱۳۳)

اس تعریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اضطراب کی صورت میں تمام اسانید کا صحت میں برابر ہونا لازمی ہے اور وہابی کے دیئے گے دلائل میں دی گی تمام اسانید کا درجہ برابر نہیں ہے۔

وہابیہ کی پیش کردہ پہلی سند پر راقم کا تجزیہ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، اس میں محمد بن مصعب بن صدقۃ القرقسانی ہے جو کہ ضعیف ہے امام عسقلانی تمام محدثین کے اقوال کو اس راوی کے بارے میں نقل کر کے لکھتے ہیں:

قال صالح بن محمد : عامة أحاديثه عن الأوزاعى مقلوبة ، و قد روى عن الأوزاعى غير حديث كلها مناكير ، و ليس لها أصول. و قال ابن عدى : ليس عندى برواياته بأس.

و قال ابن حبان : ساء حفظه ، (فكان) يقلب الأسانيد و يرفع المراسيل ; لا يجوز الاحتجاج به. و قال الحاكم أبو أحمد : روى عن الأوزاعى أحاديث منكرة ، و ليس بالقوى عندهم. و قال الإسماعيلى : سألت عبد الله بن محمد بن سيار : من أوثق أصحاب الأوزاعى ؟ فذكر القصة ، و قال : و محمد بن مصعب من الضعفاء ، و ابن أبى العشرين ليس بقوى. و قال النسائى : ضعيف. و قال عبد الرحمن بن يوسف بن خراش : منكر الحديث. و قال أبو عبد الله محمد بن عبيد الله الزهرى عن يحيى بن معين : لا شىء. و قال ابن الغلابى عن يحيى بن معين : ليس بشىء. (تہذیب التہذیب، جلد۹، صفحہ ۴۵۹)

لہذا اس سے اضطراب کا دعویٰ مردود ہے۔

وہابیہ کی پیش کردہ دوسری سند پر راقم کا تجزیہ:

اس روایت میں محمد بن خداش سے مراد کون ہے؟؟؟ اور اس کا تعین درکار ہے مجھے ابو بکر بن عیاش کے شاگردوں میں محمد بن خداش نام کا کوئی راوی نہیں ملا۔ لہذا راوی کی توثیق کے بغیر اس سے اضطراب کا دعویٰ کرنا مردود ہے۔

اور خود ابو بکر بن عیاش کی اس روایت میں اس کا کوئی متابع بھی موجود نہیں ہے۔ اور اوثق راوی امام سفیان ثوری اور زہیر بن معاویہ نے خود ابو بکر بن عیاش کی اس سند میں مخالفت کی ہے۔

لہذا اس سند سے اضطراب ثابت کرنا باطل ہے۔

نوٹ: امام سنی کی اس کتاب میں ابی شعبہ کی جگہ ابی سعید چھپ گیا ہے جو کہ تصحیف ہے (یعنی مخطوطہ میں غلطی ہے) ورنہ اصل ابی شعبہ ہے۔

وہابیہ کی پیش کردہ تیسری سند پر راقم کا تجزیہ:

اور یہ سند ہماری دلیل ہے اور یہ صحیح بھی ہے اور اس روایت میں زہیر بن معاویہ کا متابع امام سفیان الثوری بھی ہے جس کو امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے۔ جو یہ ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ.

اور بعض جاہل وہابی اعتراض کرتے ہیں کہ امام سفیان الثوری امام ابو اسحاق سے عن سے روایت کر رہے ہیں اس لیئے یہ ضعیف ہے ان جاہل وہابیوں سے ہمارا یہ کہنا ہے کہ امام سفیان امام ابو اسحاق سے تدلیس نہیں کرتے وہ ان کی حدیث میں ثابت ہیں۔

امام ذہبی کے استاد امام مزی امام ابو اسحاق السبیعی کے ترجمہ میں ان کے شاگردوں کے نام لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

وسفيان الثوري، وهو أثبت الناس فيه.

ترجمہ: اور سفیان الثوری امام ابو اسحاق کی (حدیث میں) لوگوں میں سب سے زیادہ ثابت ہیں۔

(تہذیب الکمال، جلد ۲۲، صفحہ ۱۰۹، الرقم: ۴۴۰۰)

اور اس روایت میں امام سفیان ثوری کا متابع زہیر بن معاویہ بھی موجود ہے لہذا وہابی کا تدلیس والا یہ اعتراض بھی باطل ثابت ہوا۔

کچھ وہابی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ زہیر بن معاویہ کا سماع امام ابو اسحاق سے ان کے حافظہ خراب ہونے کے بعد کا ہے لہذا یہ ضعیف ہے۔

ان وہابیوں سے میرا یہ کہنا ہے کہ زہیر بن معاویہ کا متابع امام سفیان ثوری بھی ہیں جو قدیم السماع ہیں امام ابو اسحاق سے، لہذا تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ثابت ہوا۔

امام بخاری نے خود زہیر بن معاویہ کی حدیث کی سند خود امام ابو اسحاق کے طُرق سے لی ہے جو یہ ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: - لَيْسَ أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ - وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ: «أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الغَائِطَ فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلاَثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ، وَالتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ، فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَأَخَذَ الحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ» وَقَالَ: «هَذَا رِكْسٌ» وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ. (صحیح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۴۳، الرقم: ۱۵۶)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ، أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ وَأَبُوهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الغُسْلِ، فَقَالَ: «يَكْفِيكَ صَاعٌ»، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا يَكْفِينِي، فَقَالَ جَابِرٌ: «كَانَ يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْفَى مِنْكَ شَعَرًا، وَخَيْرٌ مِنْكَ» ثُمَّ أَمَّنَا فِي ثَوْبٍ. (صحیح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۶۰، الرقم:۲۵۲)

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَّا أَنَا فَأُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلاَثًا، وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا. (صحیح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۶۰، الرقم:۲۵۴)

اور بھی کافی روایتیں ہیں میں نے صرف دلائل کے لیئے کچھ نقل کر دیں ہیں۔

لہذا اب جو ان اسانید پر ضعیف کہنے کی جرات کرے گا تو پھر بخاری کی ان احادیث کو بھی ضعیف کہنا پڑے گا اور یہ بات غیر مقلدوں کو گوارا نہیں۔

واقعۂ ابولہب اور میلاد النبی ﷺ کے فائدے

(✍ مولانا عبد اللہ بن آدم)

مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے میلادِ پاک پر خوشیاں منانا بہت بڑی سعادت، رضائے رب العزت، اظہارِ محبتِ رسالت، ذریعۂ حصولِ جنت، انعامِ بخشش و مغفرت اور باعثِ خیر و برکت ہے۔

میلادِ مصطفی علیہ الصلوۃ والثناء کے فضائل و برکات تحریر کرتے ہوئے کثیر علمائے دین نے ایک مشہور و معروف واقعہ بیان کیا، اُس واقعے کے تحت بڑی ایمان افروز مفصل گفتگو کی اور ساتھ ہی ممکنہ سوالات کے جوابات بھی رقم فرمائے ہیں۔

حدیثِ مبارک

امام محمد بن اسماعیل البخاری رضی اللہ عنہ ربہ الباری روایت کرتے ہیں؛

فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ، قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ أَبُو لَهَبٍ: لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ. یعنی ابولہب کے مرنے کے بعد اُس کے اہلِ خانہ میں سے کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو وہ بُرے حال میں تھا، اس سے پوچھا: کیسے ہو؟ ابولہب نے کہا: مجھے تمہارے بعد راحت نہیں ملی، ہاں مجھے کچھ سیر اب کیا جاتا ہے کہ میں نے (حضور ﷺ کی) ولادت کی خوشی میں ثُوَیبَہ کو آزاد کر دیا تھا۔ (آ- صحیح البخاری، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۵۱۰۱، صفحہ ۱۳۰۱، دار ابن کثیر، دمشق)

اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ درج ذیل محدثین اور دیگر علمائے دین نے بھی مختصر لفظی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۔ عبد الرزاق: المصنف، جلد ۷، صفحہ ۴۷۸، المکتب الاسلامی، بیروت
۳۔ بیہقی: السنن الکبری، جلد ۷، صفحہ ۱۶۲، مکتبہ دار الباز، مکۃ المکرمۃ
۴۔ بیہقی: شعب الایمان، جلد ۱، صفحہ ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۵۔ بیہقی: دلائل النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۶۔ سہیلی: الروض الانف، جلد ۵، صفحہ ۱۹۲، عبد التواب اکیڈمی، ملتان
۸۔ بغوی: شرح السنۃ، جلد ۹، صفحہ ۷۶، المکتب الاسلامی، بیروت
۹۔ عسقلانی: فتح الباری، جلد ۹، صفحہ ۱۴۵، دار نشر الکتب، لاہور
۱۰۔ عینی: عمدۃ القاری، جلد ۲۰، صفحہ ۹۵، دار الکفر، بیروت
۱۱۔ عبد الحق الدہلوی: مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۹، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر
۱۲۔ زیلعی: نصب الرایہ، جلد ۳، صفحہ ۱۶۸، دار الحدیث، مصر
۱۳۔ عبد الحی لکھنوی: فتاوی عبد الحی، جلد ۲، صفحہ ۲۸۲، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۱۴۔ نقی علی خان: اذاقۃ الآثام، صفحہ ۱۸۲، مکتبہ برکات المدینہ، کراچی
۱۵۔ انور کاشمیری: فیض الباری، جلد ۴، صفحہ ۲۷۸، مطبع حجازی، مصر

اسی واقعہ کو عظیم محدث امام ابن حجر عسقلانی، امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے یوں تحریر کرتے ہیں:

وَذَكَرَ السُّهَيْلِيُّ أَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلٍ فِي شَرِّ حَالٍ فَقَالَ مَا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً إِلَّا أَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّي كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ قَالَ وَذَلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَكَانَتْ ثُوَيْبَةُ بَشَّرَتْ أَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهِ فَأَعْتَقَهَا. یعنی حضرت عباس (حضور ﷺ کے چچا) فرماتے ہیں کہ ابو لہب مر گیا تو میں نے اُس کو خواب میں ایک سال بعد بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا لیکن پیر کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی اور جب ثُوَیبَہ نے اُس روز ابو لہب کو نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو اُس نے ثُوَیبَہ کو آزاد کر دیا۔ (۱۶آ–فتح الباری، جلد۹، صفحہ ۱۴۵، دارالمعرفہ، بیروت)

حضرت علامہ حسین بن محمد الدِیار بکری رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

عن عروة لما مات أبو لهب رآه أخوه العباس فى المنام بعد سنة فقال له ماذا لقيت يا أبا لهب قال ما رأيت بعدكم روحا غير أنى سقيت من هذه يعنى من عتق ثويبة لأمر محمد وأشار الى ما بين الابهام والسبابة وفى رواية وأشار الى النقرة التى فى الابهام. یعنی حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو لہب مر گیا تو اُس کے بھائی حضرت عباس نے ایک سال بعد اُسے خواب میں دیکھا، حضرت عباس نے پوچھا: اے ابو لہب کیا معاملہ رہا؟ ابو لہب نے کہا تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی بس محمد (ﷺ) کے پیدائش کی خبر پر ثُوَیبَہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے پانی پلایا جاتا ہے اور ابو لہب نے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی (شہادت کی انگلی) کے حصہ کی طرف اشارہ کیا اور ایک روایت میں ہے انگوٹھے کے پورے کی جانب اشارہ کیا (یعنی اتنے حصے سے پانی پلایا جاتا ہے)۔

(۱۷آ–تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۲۲۲، مؤسسۃ شعبان، بیروت)

اس واقعے کے تحت ذرا علمائے دین اور مخالفین کے اکابر کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں اور میلادِ مصطفی کی خوشیاں منانے والے اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے ایمان تازہ کریں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

قال ابن الجوزی فاذا کان هذا أبو لهب الکافر الذی أنزل القرآن بذمّه جوزی فی النار بفرحة لیلة مولد النبیّ صلّی الله علیه وسلم فما حال المسلم الموحد من أمّته علیه السلام یسرّ بمولده ویبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته صلّی الله علیه وسلم لعمری انما یکون جزاؤه من الکریم أن یدخله بفضله جنات النعیم. **یعنی جب وہ دشمنِ خدا ابو لہب جس کی مذمت میں قرآن میں سورہ نازل ہوئی حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر اُس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے تو آپ ﷺ کی امت کا وہ مسلمان موحد کیا مقام پائے گا جو میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت میں اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرتا ہے، میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں اللہ کریم ایسے مسلمان کو اپنے محبوب ﷺ کی خوشی میں اپنے فضل سے جنت النعیم میں داخلہ عطا فرمائے گا۔**

(۱۸-الحاوی للفتاوی، جلد۱، صفحہ ۱۹۶، نوریہ رضویہ، سردارآباد)(۱۹-انسان العیون، جلد۱، صفحہ ۱۳۷، مطبع مصطفی البانی الحلبی، مصر)
(۲۰-شرح المواہب اللدنیہ، جلد۱، صفحہ ۱۲۹، دارالمعرفہ، بیروت)(۲۱-حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۳۷، نوریہ رضویہ، سردارآباد)
(۲۲-تاریخ الخمیس، جلد۱، صفحہ ۲۲۲، مؤسسۃ شعبان، بیروت)(۲۳-حول الاحتفال، بذکر المولد النبوی الشریف، صفحہ ۱۷)
(۲۴-شرح المولد ابن حجر (جواہر البحار)، جلد۳، صفحہ ۳۳۸، مصطفی البابی، مصر)(۲۵-اذاقۃ الآثام، صفحہ ۱۸۶، برکات المدینہ، کراچی)

امام محمد بن ناصر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ قول نقل فرمایا اور یہ اشعار رقم کئے:

إذا كان هذا كافرٌ جاء ذمّه ... وتبّت يداه في الجحيم مخلّدا

أتى أنّه في يوم الاثنين دائماً ... يخفّف عنه بالسّرور بأحمدا

فما الظّنّ بالعبد الذي كان عمره ... بأحمد مسروراً ومات موحدا

جب ابو لہب جیسے سخت کافر و مشرک کے لئے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے میلاد پر خوشی کرنے کی بِنا پر ہر پیر کو اُس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے تو کتنا خوش نصیب ہے وہ مسلمان جس کی زندگی میلاد کی خوشیوں میں بسر ہوتی ہے اور وہ مسلمان بھی مرے۔

(۲۵۔ الہدیٰ والرشاد، جلد ۱، صفحہ ۴۵۵، المجلس الاعلی، قاہرہ)(۲۶۔ بلوغ المامول فی الاحتفاء والاحتفال لمولد الرسول، صفحہ ۳۸، مترجم)
(۲۷۔ حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۳۸، نوریہ رضویہ، سردار آباد)(۲۸۔ الحاوی للفتاوی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۷، نوریہ رضویہ، سردار آباد)

ع خدا کے فضل سے ایمان میں ہیں ہم پورے — کہ اپنی روح میں ساری ہے بارہویں تاریخ

حضور سیدی شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
یہ روایت میلادِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے موقعے پر خوشی اور مال صدقہ کرنے والوں کی دلیل و سند ہے، ابو لہب جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا جب وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت کی خوشی میں لونڈی (ثوبیہ) آزاد کر کے عذاب میں کمی حاصل کر لیتا ہے تو کیا مقام (و مرتبہ) ہو گا، اس مسلمان کا جس کے دل میں محبتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم موجزن ہو اور ایسے موقعے پر خوشی کا اظہار کرے۔ (۲۹۔ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۹، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
محفلِ میلاد کے جائز ہونے پر پہلی دلیل یہ ہے کہ ابو لہب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت پر خوشی کی اور ثویبہ کو آزاد کر دیا تو اس کی جزا میں ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔

(۳۰۔ المولد الروی فی المولد النبوی، صفحہ ۹، مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

مولانا عبد الحی لکھنوی تحریر کرتے ہیں:

جب ابو لہب جیسے کافر پر آپ کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں کمی ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی قدرت کے موافق و مطابق آپ ﷺ کی محبت میں خرچ کرے کیونکر اعلیٰ مرتبہ کو نہ پہنچے۔ (۳۱-فتاوی عبد الحی، جلد ۲، صفحہ ۲۸۲، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

محمد بن عبد الوہاب نجدی (بانی مسلکِ وہابیہ) لکھتے ہیں:

وہ ابو لہب کافر جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس کو بھی نبی پاک ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر جزا دی گئی تو آپ ﷺ کی امت کے اس مسلمان اور موحد کا کیا صلہ ہوگا جو آپ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے۔

(۳۲-مختصر سیرۃ الرسول، صفحہ ۱۳، المطبعۃ العربیۃ، لاہور)

مفتی رشید احمد لدھیانوی (ترجمان مسلکِ دیوبند) لکھتے ہیں:

جب ابو لہب جیسے بد بخت کافر کے لئے میلاد النبی ﷺ کی خوشی سے عذاب میں کمی ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی میلاد کی خوشی کرے اور حسبِ وسعت آپ ﷺ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔ (۳۴-احسن الفتاوی، جلد ۱، صفحہ ۳۴۷، ۳۴۸)

محترم دوستو!

ابو لہب کے اس واقعے اور اس کے تحت محدثین، علمائے دین اور مخالفین کے اکابر کی تشریحات کی روشنی میں چند امور واضح ہوئے:

۱۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی کرنے کی وجہ سے بد بخت ابو لہب کے عذاب میں کمی واقع ہوئی۔

۲۔ میلاد النبی ﷺ کی خوشی منانا اللہ رب العزت کو پسند ہے جبھی تو ابو لہب کے عذاب میں کمی واقع ہوئی اور دوزخ میں پانی میسر آیا۔

۳۔ ابو لہب کی مذمت میں قرآن کی سورت ہے اور عاشقانِ مصطفی کی تعریف میں قرآن کی آیات ہیں۔ جب مذمت والے کافر کو میلاد کی خوشی کا فائدہ مل رہا ہے تو تعریف والے غلامانِ رسول کو کیا کیا نہیں ملے گا۔ (ان شاء اللہ)

۴۔ میلادِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی خوشیاں منانا محدثین اور علمائے دین کے نزدیک نہ صرف جائز ہے بلکہ محبتِ رسول ﷺ کی علامت، ذریعۂ حصولِ جنت اور باعثِ خیر و برکت ہے۔

۵۔ ان محدثین کی تشریحات کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ میلاد کی خوشیاں منانا اور اس سلسلے میں محافلِ میلاد منعقد کرنا چند سالوں سے نہیں ہے بلکہ صدیوں سے بزرگانِ دین کا طریقہ و معمول رہا ہے۔ (فافہم)

حضور سیدی مفتی احمد یار خان نعیمی کا ایک شعر تتمہ کے طور پر حاضرِ خدمت ہے

شبِ ولادت میں سب مسلمان نہ کیوں کریں جان و مال قرباں
ابو لہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہے ہیں (دیوانِ سالک، صفحہ ۲۵)

سوال: کافر کو اس کے عملِ خیر سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو پھر ابو لہب جیسے سخت کافر و مشرک کے عذاب میں کمی کیسے ہوگئی؟

جواب: حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

اگر تو کہے کہ کافروں کے اعمال تو بکھرے ہوئے غبار کے ذروں کی طرح ہوتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو میں کہوں گا یہ نفع رسولِ پاک ﷺ کی برکت اور آپ کے خصائص سے ہے۔

(۳۵- فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، صفحہ ۱۲۷، رضا فاؤنڈیشن، لاہور) (۳۶- عمدۃ القاری شرح البخاری، جلد ۲۰، صفحہ ۹۵، دار الفکر، بیروت)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

وہ اعمال جن کا تعلق ذاتِ پاک رسول ﷺ سے ہو اس کے ذریعے کافر کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ (ایضاً)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابولہب کے عذاب میں کمی آپ ﷺ کے اکرام کی وجہ سے ہے۔

(۳۷-شرح السنۃ، جلد ۹، صفحہ ۷۶، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفع کافر کے عمل سے نہ ہوا بلکہ حضور رحمۃ اللعالمین کی برکت سے اور خصائص عُلیہ حضور اکرم ﷺ سے ہے۔ (۳۸-فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، صفحہ ۱۲۷، رضا فاؤنڈیشن)

محترم دوستو!

اس گفتگو سے ایک طرف تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کی خاطر کیا جانے والا معمولی سا عمل بھی بارگاہِ الٰہیہ میں باعثِ اجر ہے خواہ وہ عمل ابولہب جیسے سخت کافر ہی کا کیوں نہ ہو۔

دوسری طرف قرآن حکیم کی ایک آیت ہمیں یہ ارشاد فرما رہی ہے کہ مومن زندگی بھر لاکھوں نیک اعمال کرتا رہے لیکن اگر اُس سے حضور ﷺ کی کوئی ایک معمولی سی بھی بے ادبی ہو گئی تو مومن ہو کر بھی اس کے سارے اعمال کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔

چناں چہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات: ۲)

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت (ضائع) نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

محترم دوستو!

یہاں پر نہ تو توحید و رسالت کے انکار کا ذکر ہے، نہ ہی نماز، روزہ، حج و زکوۃ کے انکار کا ذکر ہے بلکہ آواز صرف اتنی بلند نکل گئی کہ وہ حضور ﷺ کی آوازِ دل نواز سے بلند ہو گئی تو نتیجۃً پوری زندگی کے نیک اعمال کو برباد کر دینے کی وعید سنائی جا رہی ہے۔ اب دونوں کُلیوں کو ملا کر یہ تصور ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اگر مومن کروڑوں عمل کرے حضور ﷺ کی معمولی سی بے ادبی ہو جائے تو دنیا و آخرت میں سارے نیک اعمال کی جزا سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اگر کافر اسلام کا دشمن اور توحید و رسالت کا منکر ابو لہب حضور سیدِ عالم ﷺ کے میلاد کی خوشی اگرچہ بھتیجے کی نیت سے کرے تو اُسے اس عمل کی جزا آخرت میں دی جاتی ہے۔

بارگاہِ رب العالمین میں دعا ہے کہ مولیٰ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی کامل محبت نصیب فرمائے اور اپنے محبوب ﷺ کے میلاد کی خوشیاں شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے منانے کی توفیق و سعادت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی المصطفی ﷺ

حق الیقین ترجمہ النور المبین[3]

(کلکھ مولانا عبد الحسیب خان اختر القادری-قسط سوم)

وجہ ثالث: عیسیٰ و مریم علیہما السلام پر امور بشریہ طاری ہوتے تھے جبکہ اللہ پر امور بشریہ طاری ہونا محال ہے۔ (قسط دوم سے پیوستہ)

مسئلہ: بتوں کی عبادت کرنے والوں کے رد میں

اُن کے دین کے بطلان پر دلیل چار وجہوں سے ہے:

وجہ اول: اصنام (بُت) محدَث ہیں، کیونکہ مشرکین ان کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں اور محدَث (یعنی جو بنایا گیا ہو ہو) الٰہ نہیں ہو سکتا، اِسی بناء پر ابراہیم علیہ السلام نے اُن (مشرکین) کی توبیخ اپنے اس قول سے کی:

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (۹۵) وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ (۹۶) (الصافات: ۹۵-۹۶)

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم اپنے ہی تراش کئے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہو، حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے۔

وجہ ثانی: بُت صفاتِ ربّانیہ یعنی حیات، علم، قدرت وغیرہم سے متصف نہیں ہیں، اِسی بناء پر ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا سے کہا:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْــٴًـا (۴۲) (مریم: ۴۲)

([3]) النور المبین فی قواعد عقائد الدین علمِ کلام و اصولِ عقائد پر مشتمل امام ابو القاسم محمد بن احمد جُزَی الکلبی الغرناطی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۱ھ) کی بہت عمدہ تالیف ہے، یہ کتاب ۲۰۱۵ میں دارالامام ابن عرفہ–تونس اور المرکز العربی للکتاب–متحدہ عرب امارات کی مشارکت سے شائع ہو چکی ہے جس کا اردو ترجمہ فاضل محترم مولانا عبد الحسیب خان اختر القادری حفظہ اللہ نے قلمبند فرمایا ہے۔ نفحاتِ حرم اِسے قسط وار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔(ادارہ)

ترجمہ: اے میرے چچا! تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں، نہ ہی دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی شے سے مستغنی ہیں۔

اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ(الزمر: ۳۸)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمایئے، بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے پہنچائے ہوئے ضرر کو دور کر سکیں گے؟ یا اگر وہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا وہ رحمت کو دور کر سکیں گے؟

وجہ ثالث: ان (بتوں) پر فنا اور ذلت طاری ہوتی ہے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کیسے ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر بڑے بت کے ہاتھ میں کلہاڑا پکڑا دیا تاکہ ان کی قوم پر حجت قائم ہو جائے۔

اور جب مکہ فتح کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس میں داخل ہوئے اس حال میں کہ بیت اللہ کے ارد گرد بُت سیسہ سے (لڑی کی طرح) بندھے ہوئے تھے ہوئے تو بیت اللہ کے ارد گرد بت رکھے ہوئے تھے، چنانچہ نبی کریم ﷺ اپنے دست مبارک میں موجود ایک شاخ سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے: "وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے کیلئے ہی ہے۔ آپ ﷺ جس بت کی جانب اشارہ کرتے وہ بت گر جاتا، یہاں تک کہ کوئی بت باقی نہ رہا۔

وجہ رابع: یہ وجہ دلائل توحید کے ضمن میں بیان کر دی گئی ہے۔

مسئلہ: مجوس کے رد میں

یہ مجوس کے رد کا بیان ہے جو کہتے ہیں کہ خیر نور سے ہے اور شر ظلمت سے ہے، اور ان کا رد ہے جو آگ اور سورج یا ان سے مشابہت رکھنے والی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں۔

مجوسیوں کے قول کے باطل ہونے پر دلیل دو وجہوں سے ہے:

وجہِ اول: یہ وہ ہیں جو ہم نے توحید کے دلائل میں بیان کیا ہے۔

وجہِ ثانی: سورج، چاند، ستارے، نور اور ظلمت وغیرہ ان سب میں صنعت کا اثر اور حُدوث کے دلائل ظاہر ہوتے ہیں، آپ ابراہیم علیہ السلام کے استدلال پر غور کریں کہ اُنہوں نے اِن کے غروب ہونے سے استدلال کیا کہ یہ خدا نہیں ہیں، اور اِن میں جو تغیّر یعنی کسوف وغیرہ جاری ہوتا ہے اس پر غور کرنے سے آپ پر ان کا حادث اور محتاج ہونا ظاہر ہو جائے گا، اور جس کی حالت ایسی ہو وہ الٰہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حوادث میں سے کسی شے کا فاعل ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (الأنعام: ۱)

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا اور ظلمت اور نور کو بنایا پھر جنھوں کے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا وہ عدول کرنے والے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (حم السجدة: ۳۷)

ترجمہ: نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ ہی چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے انھیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس کے ساتھ ہی مجوسیوں کا رد ہو گیا کیونکہ ان کا قول محض دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

مسئلہ: طبیعت میں تاثیر کے قائل کا رد

ان کے قول کے بطلان پر دلیل دو وجہوں سے ہے:

وجہ اول: طبیعت حیات کے ساتھ متصف نہیں ہے، نہ ہی قدرت و ارادہ کے ساتھ متصف ہے، چنانچہ افعال میں سے کسی فعل کو طبیعت کی جانب منسوب کرنا صحیح نہیں۔

وجہ ثانی: اشیا کا مختلف ہونا اس بات پر دال ہے کہ طبیعت غیر مؤثر ہے؛ کیونکہ طبیعت سے نوع واحد ہی صادر ہو سکتی ہے، آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کریں:

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا (فاطر: ۲۷)

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے۔

اور اس ارشاد میں غور کریں: يُّسۡقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰى بَعۡضٍ فِى الۡاُكُلِ (الرعد: ٤)

ترجمہ: سب کو ایک ہی پانی سے سیر اب کیا جاتا ہے، اور ہم بعض پھلوں کو لذت میں بعض دوسرے پھلوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

الفصل الثالث: اللہ عزوجل کی صفات کے اثبات کے بارے میں

جان لیجئے کہ اللہ عزوجل حیّ ہے جسے موت نہیں، اول ہے ہر ایک شے سے پہلے ہے، آخر ہے ہر شے کے فنا کے بعد باقی ہے، وہ ہر ایک شے کا جاننے والا ہے، سر اور اخفی کو بھی جانتا ہے۔

لَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ شَىۡءٌ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ (آل عمران: ٥)

ترجمہ: زمین و آسمان میں اس پر کوئی شے مخفی نہیں۔

وہ کائنات کیلئے ارادہ کرنے والا ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (ھود: ۱۰۷) جس کا ارادہ کرے اس فعل کو کرنے والا ہے۔ ملکوت میں کوئی شے اس کی قضا، قدرت و مشیئت کے بغیر نہیں جاری ہوتی، وہ جو چاہتا ہے، ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا، نہیں ہوتا، وہ ہر ایک شے پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ متکلم، سمیع و بصیر ہے، ہر ایک شے کو سنتا اور دیکھتا ہے۔

ان مذکورہ صفات کے اثبات پر دلالت تین وجہوں سے ہے:

وجہِ اول: یہ صفات صفاتِ کمال و جلال ہیں، اور ان کی اضداد صفاتِ نقص ہیں جیسے کہ عجز اور جہل۔

اللہ تعالیٰ نقائص کے ساتھ متصف نہیں ہے، چنانچہ اللہ عزوجل کا نقائص کی اضداد سے موصوف ہونا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ (النحل: ٦٢)

ترجمہ: وہ اللہ کیلئے اُن چیزوں کو تجویز کرتے ہیں جن کو وہ خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔

پس جب صفت نقص سے متصف ہونا بندے کیلئے ناپسندیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ ان صفات سے منزّہ ہے اور اعلیٰ صفات سے موصوف ہے۔

وجہِ ثانی: ان صفات پر شرع وارد ہوئی ہے، چنانچہ ان صفات پر ایمان واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے وصف حیات کے بارے میں فرمایا:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (الفرقان: ٥٨) ترجمہ: اس حی پر توکل کریں جسے موت نہیں ہے۔

علم کے بارے میں فرمایا: وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرة: ٢٨٢) ترجمہ: اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

ارادہ کے بارے میں فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (ھود: ۱۰۷)

ترجمہ: بے شک آپ کا رب وہ فعل کرنے والا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔

قدرت کے بارے میں فرمایا: وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرة: ٢٨٤) ترجمہ: اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

کلام کے بارے میں فرمایا: وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا (النساء: ١٦٤)

ترجمہ: اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے حقیقۃً کلام فرمایا۔

سمع وبصر کے بارے میں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ (الحج: ٧٥) ترجمہ: بے شک اللہ سمیع وبصیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ان صفات سے موصوف ہونے کا بیان قرآن میں کثیر مقامات پر آیا ہے۔

وجہِ ثالث: ہر ایک صفت پر اس کی دلیل کے ساتھ استدلال کرنا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام مصنوعات اپنی صنعت میں محکم ہیں، اور تمام مخلوقات اپنی خِلقت میں کامل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (السجدة: ٧) ترجمہ: جس نے ہر ایک شی کو عمدہ تخلیق کیا۔

- اللہ عزوجل کا مخلوقات میں تصرف کرنا، ملکوت کی تدبیر کرنا، زمین و آسمان کی حفاظت کرنا اس کی حیات پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (البقرة: ٢٥٥) ترجمہ: وہ خود زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔ اور قیوم کے معنیٰ: وہ ذات جو ہر شے کو قائم رکھے ہوئے ہو اپنی قدرت واحاطہ کے اعتبار سے۔
- اللہ تعالیٰ کی صنعت اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہے؛ اللہ تعالیٰ نے اس پر بطور تنبیہ فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا (الفرقان: ٥٤)

ترجمہ: وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کیلئے نسبی اور سسرالی رشتے بنائے اور آپ کا رب قدرت والا ہے۔

اورارشاد فرمایا: لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الحديد: ٢)

ترجمہ: اسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے، اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

● اُس کی حاکمیت اس کے علم اور بصر پر دلالت کرتی ہے؛

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ (الملك: ١٤) ترجمہ: کیا وہ نہیں جانتا کہ اس نے کس کو پیدا کیا؟

● اُس کا انسانوں کیلئے شکلوں اور زمانوں کی تخصیص کرنا اُس کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے؛

ارشاد فرماتا ہے: یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ (الشورى: ٤٩)

ترجمہ: جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔

وَ رَبُّكَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخۡتَارُ (القصص: ٦٨) ترجمہ: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے۔

● اُس کا کتابوں کا نازل کرنا، اور امر و نہی کرنا اس کے کلام پر دلالت کرتا ہے؛

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: فَاَجِرۡهُ حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰهِ (التوبة: ٦) ترجمہ: تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

● اُس کا پکارنے والے کو جواب دینا اس کے سننے پر دلالت کرتا ہے؛

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (النمل: ٦٢) ترجمہ: کون جواب دیتا ہے مضطر کی پکار کا۔

مسئلہ:

اللہ کیلئے وہی اسماء الحسنی اور بلند صفات ہیں جن کے ساتھ اس نے خود کو موصوف کیا یا جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اُسے موصوف کیا۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡهُ بِهَا (الأعراف: ١٨٠)

ترجمہ: اسی کے اچھے نام ہیں تو تم ان ناموں سے اسے پکارو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الجَنَّةَ (صحيح البخاري، رقم: ٧٣٩٢)

بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں جس نے انہیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

الفصل الرابع: اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے بارے میں

جان لیجئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے جلالِ اعظم اور کمالِ مطلق ہے، جو تمام عیوب سے منزّہ ہے، اور ہر نقص سے مبرا ہے، ہمارے قول "سبحان اللہ" کے یہی معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے کسی شے سے عجز نہیں اور نہ ہی اس شے کو پیدا کرنے سے اس میں کوئی کمی ہوئی؛

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ (فاطر: ٤٤)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں کسی شے سے اللہ تعالیٰ کیلئے عجز نہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (ق: ٣٨)

ترجمہ: اور تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے، چھ دن میں پیدا کیا، اور ان کے بنانے میں ہم تھکے نہیں۔ اور لغوب کے معنی تھکن ہیں۔

اللہ تعالیٰ کسی شے سے غافل نہیں ہے اور نہ ہی اس کو نیند آتی ہے؛

ارشاد فرماتا ہے: لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرة: ٢٥٥) ترجمہ: اس کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

اللہ تعالیٰ پر خطا اور نسیان جاری نہیں ہوتی؛

ارشاد فرماتا ہے: لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى (طه: ٥٢) ترجمہ: میرا رب نہ ہی خطا کرتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔

وہ اپنے تمام احکام و افعال میں عادل ہے، کسی پر ظلم وجور نہیں کرتا۔

ہر ایک نعمت اُس کے فضل سے ہے اور ہر ایک سزا اُس کے عدل سے ہے؛ کیونکہ وہ ہر شے کا مالک ہے، اور مالک کیلئے اپنی ملک میں ہر طرح کا تصرف کرنا جائز ہے۔

ارشاد فرماتا ہے: لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ (الأنبياء: ٢٣)

ترجمہ: اس سے کسی فعل کا سوال نہیں کیا جائیگا اور ان سے سوال کیا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ کسی شے کے مشابہ نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی شے اس کے مشابہ ہے؛

ارشاد فرماتا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشورى: ١١)

ترجمہ: کوئی شے اس کے مشابہ نہیں، اور وہ سمیع وبصیر ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے: اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (النحل: ١٧)

ترجمہ: کیا جس نے تخلیق کیا اور جس نے تخلیق نہیں کیا، دونوں برابر ہیں، کیا تم غور وفکر نہیں کرتے۔

تنبیہ ونصیحت:

جان لیجئے کہ قرآن وحدیث میں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کے ظاہر سے تشبیہ کا وہم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طه: ٥) ترجمہ: رحمٰن نے عرش پر استوی فرمایا۔

اور حدیثِ نُزول وغیرہ، چنانچہ بندوں کو ان پر بلا تشبیہ، بلا تعطیل وبلا تاویل ایمان لانا واجب ہے، اور ان تمام کا علم اللہ کی جانب لوٹا دے اور کہے:

"آمنتُ بما قال الله تعالى و بما قال رسُولُهُ ﷺ، بِالمَعْنَى الذي أرادَهُ اللهُ وَرسولُهُ ﷺ والله و رسوله أعلم" ترجمہ: میں ایمان لایا جو کچھ بھی اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا، اس معنی کے ساتھ جن کا اللہ و رسول ﷺ نے ارادہ فرمایا، اور اللہ اور رسول جاننے والے ہیں۔

یہ طریقہ تسلیم ہے جو سلامتی کی جانب لے جاتا ہے، اور جو اس سے متصف ہیں، اللہ عزوجل نے ان کی تعریف بیان فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا (آل عمران: ۷)

ترجمہ: اور علم میں پختہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اس پر، یہ تمام ہمارے رب کی جانب سے ہے۔

اور اس طریقہ پر صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین تھے اور شافعی، احمد بن حنبل، سفیان ثوری اور ابن مبارک، ان کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جن کی اقتداء واجب ہے اور جن کے طریقے کی اتباع کی جاتی ہے۔

(جاری ہے)

سگانِ طیبہ سے اسلاف کے محبت بھرے انداز

(✍ مولانا نازش المدنی مراد آبادی)

اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مدینۂ منورہ کا ذرہ ذرہ عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعثِ محبت و مودت ہے اور یہ کیوں کر نہ ہو کہ اس کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت جو ہو گئی ہے اور ضابطہ ہے کہ محبوب سے نسبت رکھنے والی چیزیں بھی محبوب ہو جاتی ہے آپ اسلاف کی سیرت کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے اسلاف نے کس قدر مدینۂ منورہ کے ذرہ ذرہ یہاں تک سگانِ محترم (کتوں) سے بھی محبت کی ہے، ذیل میں ہم اسی سے متعلق کچھ واقعات ذکر کرتے ہیں۔

امام العاشقین حضرت علامہ عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کا انداز محبت

علامہ عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ ایک موقعہ پر بڑے تاسف کے ساتھ لکھتے ہیں:

ع سگت را کاش جامی نام بودے — کہ آمد بر زبانت گاہے گاہے

ترجمہ: اے شہنشاہِ کائنات کاش آپ کے کسی کتے کا نام ہی جامی ہوتا کہ کبھی کبھی آپ کی زبان پر میرا نام تو آجاتا کہ مالک کتے کو نام لیکر ہی بلایا کرتا ہے۔ (مدینۃ الرسول، صفحہ ۴۰۷، مکتبہ فریدیہ، ساہیوال)

عارف باللہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ کا انداز محبت

آپ علیہ الرحمہ جب مدینۂ منورہ کو جاتے تو مواجہہ شریف پہ حاضری دیے بغیر ہی بس مسجد نبوی کے دروازے سے حاضری دے کر واپس ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے پوچھ لیا کہ آپ اتنی دور سے بھی آتے ہو مگر مواجہہ شریف پہ حاضری نہیں دیتے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس پر جو آپ نے جواب دیا وہ بڑا ہی کمال کا جواب تھا، فرمایا:

دراصل بات یہ ہے کہ کتے کا کام گھر سے باہر ہوتا ہے اور میں سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا کتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میں اندر نہیں جاتا باہر ہی سے واپس ہو جاتا ہوں۔ (بروایت مداح رسول اویس رضا قادری کراچی پاکستان)

امام عشق و محبت پروانہ شمع رسالت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا انداز محبت

آپ علیہ الرحمہ نے آپ نے نعتیہ دیوان حدائق بخشش میں متعدد مقامات پہ سگانِ طیبہ سے عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا، ایک موقعہ پر مدینۃ الرسول کی حاضری کے جذباتِ محبت کو اس طرح ذکر فرماتے ہیں:

ع اُن سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفہ میں رضا

(حدائق بخشش، صفحہ ۱۳۵، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اپنے آپ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں اے احمد رضا! کتنا اچھا ہوتا کہ تُو اپنے سینے سے دل نکال کر سگانِ طیبہ کے حضور نذرانہ پیش کرتا، افسوس ایسا نہ کر سکا تعجب ہے تجھے اپنی جان سگان طیبہ سے زیادہ پیاری ہے۔

دوسری جگہ اپنی نسبت کا اظہار فرماتے ہیں:

ع میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت

(حدائق بخشش، صفحہ ۲۱، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تیسری جگہ فرماتے ہیں: خوف ہے سمع خراشیٔ سگ طیبہ کا ورنہ کیا یاد نہیں نالہ وفغاں ہم کو

(حدائق بخشش، صفحہ ۱۲۵، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یعنی ہمیں آہ وفغاں کرنے کا طریقہ یاد ہے سرزمینِ مدینہ میں آہ وفغاں کرنے سے رکاوٹ یہ ہے ڈر لگتا ہے کہیں اس پاک سرزمین کے سگان محترم کی سمع خراشی نہ ہو جائے۔

ایک مقام پہ فرماتے ہیں: رضؔا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

(حدائق بخشش، صفحہ ۳۷۱، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یعنی اے رضا۔۔! دعویٰ محبتِ درِ جاناں تو بہت کرتے ہو کبھی کسی مدینہ کے کتے کا پاؤں بھی چوما ہے۔

سند المحدثین امیر ملت علامہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا انداز محبت

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا سگانِ طیبہ کے ساتھ عشق و محبت کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ آپ اپنے احباب میں مدینۃ الرسول کی کسی گلی میں کھڑے تھے کہ سامنے سے ایک زخمی کتا چیختا ہوا گذرا، اس کتے کو کسی نے پتھر مارا تھا۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمہ اس منظر کو دیکھ کر بے خود ہو گئے۔ اسی بیخودی میں سگِ طیبہ کو کلادے میں لے لیا۔ اپنی دستار سے اس کا خون صاف کیا پھر ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا اے سگِ طیبہ خدارا بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں میری شکایت نہ کر دینا، پھر دیر تک سگ طیبہ کو کلادے میں لے کر روتے رہے۔

اسی طرح 1968ء کی بات ہے پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب (جو کہ حضرت امیر ملت کے نواسہ ہیں) بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حاضری پر حضرت پیر صاحب نے فرمایا آج مدینہ کے درویشوں کی دعوت ہے دیگیں پکوائی گئیں بازار سے نئے برتن منگوائے گیے عرض کی گئی حضور درویشوں کی آمد کا سلسلہ کب شروع ہو گا فرمایا یہ درویش آئیں گے نہیں تمہیں ان کے حضور جا کر نذرانہ پیش کرنا ہو گا۔ فرمایا یہ گوشت یہ روٹیاں مدینہ منورہ کے سگان طیبہ کو پیش کیا جائے چنانچہ تلاش کر کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ (مدینۃ الرسول، صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹، مکتبہ فریدیہ، ساہیوال)

فرید العصر علامہ پیر منظور شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا انداز محبت

آپ علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں: ایک حاضری میں مدینہ منورہ سے واپسی کی ساری رات سگان طیبہ کی زیارت میں صرف کر دی شوق یہ تھا کہ ان کی قدم بوسی کر کے مدینہ منورہ سے رخصت ہوں۔

یہ بھی شوق تھا کہ کسی سگ طیبہ کی آواز بھی ریکارڈ کر لوں ٹیپ لیکر گھومتا رہا کئی مقامات پر مجھ کو زیارت تو ہو گئی مگر قدم بوسی کے شرف سے محروم رہا کسی سگ طیبہ نے مجھ کو اپنے قریب نہ بھٹکنے دیا جوں ہی کسی سگ طیبہ کے قریب سے گیا اُس نے مجھ سے نفرت کی اور دور چلا گیا۔ سحری کے قریب ایک سگِ طیبہ کو سویا ہوا پایا دور سے

بیٹھ گیا کہ اس کی بیداری پر سلام عرض کروں گا ایک کار کی آواز سے وہ بیدار ہو گیا میں نے قریب جانے کی کوشش کی تو وہ نفرت سے بھاگ گیا میں نے وہیں کھڑے ہو کر منت سماجت کی اور کہا خدا کے لیے مجھ کو قدم بوسی کا موقع دے دو، صبح مدینہ چھوٹ رہا ہے پھر قسمت کی بات ؏ بات بنتی ہے میری تیرا بگڑتا کیا ہے

مجھ کو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری اس عاجزانہ درخواست پر وہ رک گیا میں قریب گیا میں نے قدم بوسی کی اس کی آواز ٹیپ کی اور صبح کی اذان ہونے پر میں وہاں سے چلا تو کم و بیش 50 قدم وہ سگ طیبہ میرے ساتھ آیا۔ اس سگ طیبہ کی اس نوازش کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ مجھ کو قریب جانے کا موقعہ دیا اور 50 قدم میرے ساتھ چل کر مجھ کو شرف بخشا۔ (مدینۃ الرسول، صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰، مکتبہ فریدیہ، ساہیوال)

مداح رسول حضرت بیدم وارثی علیہ الرحمہ کا انداز محبت

آپ علیہ الرحمہ سگ طیبہ کی نسبت کو اپنی طرف کرتے ہوئے انتہائی والہانہ انداز میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں۔۔

؏ سگ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکارے بیدم یہی رکھنا میری پہچان مدینہ والے

امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کا انداز محبت

آپ دامت برکاتہم العالیہ جب بھی کوئی تحریر لکھتے ہیں یا کوئی صوتی پیغام ریکارڈ کرواتے تو اپنے نام کے آگے سگِ مدینہ ضرور لکھتے ہیں۔

اللہ جل وعلا ہمیں بھی ان بزرگان دین کے عشق مدینہ کا حصہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طہ و یس صلی اللہ علیہ وسلم

تقدیر میں لکھے ہونے کے باوجود "خودکشی" حرام کیوں؟

(کلکھ مولانا فیضان سرور مصباحی)

ہمارے ایک درسی ساتھی محترم مولانا اسلم آزاد مصباحی {گڈا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ} نے مسئلۂ تقدیر اور خودکشی سے متعلق اپنے کسی عزیز کا یہ سوال فارورڈ کیا ہے۔ جس کی وہ کچھ وضاحت چاہتے ہیں۔ سوال کی مناسبت سے چند سطور جو اِرتجالاً لکھے گئے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

محدود علمِ انسانی اور فلسفۂ تقدیر

دنیا کا حال یہ ہے کہ جب کوئی حادثہ رونما ہو جاتا ہے، تب جا کر اس حادثے کی باضابطہ رپورٹنگ شروع ہوتی ہے۔ اور پھر اُسی کی روشنی میں تحقیق و تفتیش کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔

علمی دنیا نے اب تک کوئی ایسا پیمانہ دریافت نہیں کیا ہے جس کے ذریعے بعد میں رونما ہونے والے حادثات کی تمام تر یقینی اور حتمی تفصیلات (ظنی نہیں) سے پہلے ہی آگاہ ہوا جاسکے۔ اور نہ ہی یہ انسان کے بس کی چیز ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (الإسراء: ۸۵)ـــــ یعنی تمہیں بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

یہی "تھوڑا سا علم" ہے، جو انسانوں کے مابین حصول یا عدم حصول کے فرق کے بعد ایک دوسرے پر برتری اور کمتری کے اظہار واِثبات کا اہم ذریعہ بنتا ہے۔

مگر علم الٰہی کی طرف دیکھیں تو یہ "تھوڑا سا علم" بھی اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ہے، جتنا کہ سمندر کو قطرے سے نسبت ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم، بلکہ کم تر۔ بلکہ کم تر از کم تر۔۔۔ ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

آخر علمِ الٰہی جس کی کوئی حد و حساب نہیں، اس کا "علمِ انسانی" جو محدود اور وضاحت قرآنی کے مطابق بالکل "قلیل، تھوڑا سا" ہے، کیا مناسبت؟

یہ اسی محدودیت کا کرشمہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات میں غور کرنے کے بعد ظن و تخمینے سے ایک رائے تو قائم کرلیتا ہے۔ مگر اسی وقت خود صاحبِ رائے بھی اپنی رائے کی کمزوری کو اچھی طرح محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ مثلاً: سیلاب آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ وسائل کا سہارا لے کر انسان ایک دھندلا سا نقشہ تو پیش کر دیتا ہے، مگر ٹھیک اسی کے مطابق وہ سو فیصد ظہور پذیر ہو جائے اس کی گارنٹی کوئی نہیں دے سکتا۔ آخر یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ شک و وہم یقین کے درجے میں اتار لیا جائے۔؟

جب کہ اللہ تعالیٰ جو اس دنیا کا خالق و مالک ہے، اس کے یہاں ایسی کسی بھی طرح کی عاجزی و بے کسی کا وجود نہیں۔ چیزوں کی پیدائش سے پہلے ہی ان کی تمام تر تفصیلات اور اس کی باریکیوں سے آگاہ، اس سے وابستہ تمام حقائق سے آشنا ہے۔

ایک بندہ ابھی دنیا میں گیا نہیں، مگر جا کر وہاں کیا کرے گا، کن کن مصائب و مشکلات سے اسے دوچار ہونا پڑے گا۔ کیسی کیسی خوشیوں سے مالا مال ہو گا۔ غرض کہ زندگی کے تمام تر ڈیٹاز فرشتوں کے ذریعے ایک تختی میں لکھوا کر محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ جس کا نام قرآن مجید میں "لوح محفوظ" بتایا گیا ہے۔

اسی "لوح محفوظ" میں یہ بات بھی درج ہوتی ہے کہ انسان کی موت کب اور کس طرح سے آئے گی!

یہ یقینی اور حتمی فیصلہ ہوتا ہے۔ جہاں غلطی کا گزر نہیں۔ کیوں کہ فیصلے میں غلطی اور امکان کا تصور وہاں ہوتا ہے۔ جہاں باریک جزئیات اور دقیق اشارات نگاہوں سے اوجھل ہوں۔ اور اللہ علیم و خبیر کی شان اس سے بہت بلند ہے۔

ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اب چند مثالوں کی طرف بڑھتے ہیں:

پہلی مثال:

ایک بچہ جو سرخ رنگ کے کھلونے کو بے حد پسند کرتا ہے۔ اچانک آگ کے دہکنے ہوئے سرخ انگارے کی طرف (کھلونا سمجھ کر) بڑھ رہا ہے۔

پاس میں موجود اس بچے کا باپ — جو بائک چالو کیے ہوئے کسی سفر پر نکل رہا ہے — کہتا ہے: بچے کو روکو ورنہ اپنی شوق کی چیز سمجھ کر انگارے کو پکڑ لے گا۔

باپ یہ کہ کر اپنے کام کی طرف نکل پڑتا ہے۔ اور پھر چند منٹ میں اچانک رونے چلانے کی آواز آنے لگتی ہے۔ جی، لیجیے، مُنا کا ہاتھ انگارے میں جُھلَس چکا ہے۔

اب فیصلہ آسان ہے:

یہاں پر یہ تو نہیں کہا جا سکتا ہے کہ باپ کے کہہ دینے کی وجہ سے بچہ انگارہ پکڑنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ورنہ وہ ایسا نہیں کرتا۔

بلکہ بچے نے اپنی سمجھ کے مطابق اپنی پسند کا انتخاب کیا تھا۔ جو کہ فی الواقع غلط نکلا اور نقصان ہو گیا۔

اسی طرح بندہ دنیا میں جاکر اپنے پسند اور اختیار کے ذریعے کیا کرنے والا ہے. اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ اسی علم ازلی کی بنیاد پر اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔

کسی کی تقدیر میں اگر یہ لکھا کہ وہ دنیا میں جاکر شراب نوشی کرے گا، تو یہ اس وجہ سے کہ وہ دنیا میں جاکر قرآن و حدیث اور انبیاء کرام کی تمام تر تعلیمات کے باوجود اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہوئے ''شراب نوشی''

کرے گا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا. بلکہ بندہ جیسا کرنے والا تھا. ویسا ہی لکھا ہے۔

دوسری مثال:

نیک اور دین دار گھرانے کے ایک خوش حال باپ نے اپنے دو بیٹوں کو (جو شرارت میں بڑے مشہور تھے۔) بلا کر سمجھایا اور پھر الگ الگ "بائک" کی چابی دیتے ہوئے کہا کہ:

آج جمعہ کا دن ہے۔ اپنی اپنی بائک سے جمعہ کے لیے چلے جانا ہے۔ خبر دار! کوئی "شراب خانے" کی طرف نہ نکل جائے.

پھر دونوں جگہوں کی خوبیاں اور خامیاں بھی اچھی طرح بتا دیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ میری خوشی مسجد کے ساتھ ہے۔ پھر انعام کا بھی اعلان کر دیا کہ مسجد جانے والے کو بطور انعام ایک "فورویل" ملے گا۔ جب کہ شراب خانے کا انتخاب کرنے والے کو ہمیشہ کے لیے گھر سے نکال دیں گے۔

میں اپنی مرضی کا اظہار کر چکا. اب تم دونوں با اختیار ہو جو چاہو کرو، مگر یاد رکھنا "جیسی کرنی ویسی بھرنی" کا مقولہ نہ بھولنا۔

مسلسل پانچ جمعہ ایسا ہی ہوا اور ہر بار ایک بیٹے نے مسجد کا اور دوسرے نے شراب خانے کا رخ کیا۔

مسجد جانے والے بیٹے سے باپ کا دل بے حد خوش ہوا، اور وعدے کے مطابق ایک فورویلر کا انتظام کر دیا۔

جب کہ دوسرے بیٹے سے بے حد ناراض ہو کر اسے گھر سے باہر کر دیا۔

فلسفۂ تقدیر

ان تفصیلات کی روشنی میں اسلام کے نظریۂ "تقدیر" کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک طرح کا اختیار دیا ہے۔ اسی اختیار کی بنیاد پر اپنی ذاتی پسند و ناپسند کا وہ انتخاب کرتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اپنا کام کرتا ہے۔

دوسری طرف آسمانی کتابوں کے ذریعے، اور انبیاء کرام و رسولانِ عظام کو بھیج کر، یوں ہی دنیا میں علماء کرام کا وجود قائم فرما کر زندگی کا مقصد واضح فرمادیا ہے۔ صحیح اور غلط راستے کو ممتاز کر دیا ہے۔ کس کام سے اللہ تعالیٰ کی خوشی متعلق ہے اور کس کام سے ناراضی، سب بتادیا۔ اچھے کام پر جنت کی بشارت اور برے کام پر جہنم کی سزا سب کچھ کھلے انداز میں پیش کر دیا ہے۔

ان تمام انتظامات، وہدایات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کا غلط استعمال کرتا ہے، تو پھر اسے کس چیز کا حقدار ہونا چاہیے۔؟؟؟

آمدم بر سر مطلب

دنیا میں جاکر بندہ کس طرح زندگی گزارے گا۔ کب؟ کس کو؟ اور کیسے؟ موت آئے گی۔ یہ سب لوح محفوظ میں درج ہے۔

خودکشی ایک فعل حرام ہے۔ جس کا مرتکب آخرت میں سخت سزاؤں سے دوچار ہوگا۔ ان کی تفصیلات قرآن واحادیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یہ دونوں قابلِ قبول باتیں ہیں. جن کو سامنے رکھ کر یہ سمجھنا چاہیے کہ:

خودکشی کرنے والے نے، دنیا میں آنے کے بعد، اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صحیح وغلط راستوں میں سے غلط راستے کا انتخاب کیا ہے۔ اور اسی غلطی کی سزا آخرت میں پائے گا۔

چوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے ہی یہ بات موجود تھی کہ یہ بندہ دنیا میں پہنچ کر فلاں غلط راستے (خودکشی) کا انتخاب کرے گا۔ اور فلاں عمر میں پہنچ کر کرے گا۔ لہٰذا

اس کو "خاموشی" سے لوح محفوظ میں درج فرما دیا۔ یہ نہ اس پر جبر ہے، نہ کسی طرح کا ظلم ہے۔ نہ خودکشی قبل از وقت موت کی کوئی صورت۔

ـــــ فلسفۂ تقدیر اگر سمجھ چکے ہیں تو پھر یہ سمجھنا مشکل نہیں. واللہ تعالی اعلم

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سیاسی تدبر

(✍ فردوس فاطمہ اشرفی)

آج سے تقریباً سو سال قبل کا دور مسلمانوں کے لیے، بڑا ہی پر آشوب دور تھا۔ انگریز اور کافر مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کر کے شعائر اسلام اور اسلامی تشخص پر حملہ کر رہے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد پر مبنی تحریکات سے ملت اسلامیہ کا شیر ازہ بکھر رہا تھا۔ اس دور کے بڑے بڑے لوگوں کے قدم ڈگمگا کر وقت کے دھارے میں بہہ گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانانِ ہند اپنی اسلامی تشخص کھو کر ہندوؤں میں مدغم ہو جائیں گے۔

لیکن اس دور میں بھی ایسی ہستی موجود تھی جو استقامت کے ساتھ راہِ حق پر ڈٹی رہی، جس نے اپنی مدبرانہ قیادت سے ملت اسلامیہ کو دشمنوں کی یلغار سے بچایا، مسلمانانِ ہند کی فلاح و بہبود کے لیے سینہ سپر رہی اور ان کی رہنمائی کرتے ہوئے سیاسی معاملات میں علمی اور قلمی جہاد کیا، جن کے قلم سے نکلا ہوا اک اک حرف صداقت پر مبنی تھا، جن کے سیاسی تدبر نے ہند میں کھوکھلے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے اسلامی تشخص میں نئی جان پھونک دی۔ وہ عظیم ہستی امام اہل سنت مجدد اعظم امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ہے۔

جنہوں نے انیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں چلنے والی ہر اسلام مخالف تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تحریک ترکِ موالات، تحریکِ ہجرت، تحریکِ عدمِ تعاون، تحریک گاؤ کشی، تحریکِ خلافت، تقدیر و تدبیر، اور دارالحرب، تحریک جدید اقتصادیات، میثاق لکھنؤ جیسے معاملات میں شر پسند عناصر کے عزائم کو بھانپ کر اپنے بے مثل مدبرانہ سیاست کا ثبوت دیتے ہوئے ان کا بھرپور تعاقب کیا۔ چنانچہ جب آپ نے ترکِ موالات کے

فتویٰ پر دستخط سے انکار کر دیا تھا تو مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی بذات خود آپ کے پاس آئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے واضح طور پر فرمادیا: ’’مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔‘‘

(حوالہ: فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، مصنف پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، مطبوعہ ادارہء مسعودیہ کراچی، ص۴۵)

امامِ اہل سنت علیہ الرحمہ کے بے مثل سیاسی تدبر کا منہ بولتا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے سیاسی تدبر کے پیش نظر ہندو مسلم اتحاد کی سخت مخالفت کی۔ آپ گاندھی کی قیادت کو مسلمانان ہند کے لیے مُہلک جانتے تھے۔ اس مسئلہ پر اپنوں سے بھی سخت اختلاف کیا اور قلم اور فتاوی کے ذریعے ان مسلمانوں کی بھی زبردست مخالفت کی جن کی حرکات کی وجہ سے ہندو مفادات قدم جمارہے تھے۔

سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے سیاسی میدان میں سب سے پہلا فتویٰ جو اس سالی ہی میں تقریباً ۲۴ سال کی عمر میں گاؤکشی کی حمایت پر دیا تھا۔ جس پر شبلی نعمانی کے استاد مولانا ارشاد حسین رامپوری نے توثیقی دستخط ثبت کرتے ہوئے فرمایا: ’’الناقد بصیر‘‘ یعنی پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے۔ پھر جب تحریک ترک موالات کے زمانے میں ہندوؤں کی جانب سے ترکِ گاؤکشی کا مطالبہ ہوا تو کئی مسلم لیڈروں کے بھی قدم ڈگمگا گئے، اپنے بیانات و تحریرات میں مسلمانوں سے گائے کی قربانی موقوف کرنے کو کہا، اور سیاسی پلیٹ فارم سے بھی ترکِ گاؤکشی کے مطالبہ کی حمایت بھی کر دی۔ شبلی نعمانی نے تو گائے کی قربانی کرنے کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا فتویٰ دے دیا تھا، ایسے نازک ماحول میں سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے باطل کی سرکوبی کی اور قوم میں گھسے گاندھی کے چیلوں کے منافقت کے پردے چاک کر دیے۔

سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے سیاسی تدبر پر معروف محقق، ماہرِ رضویات پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ: مولانا بریلوی مذہبیات و ادبیات کے علاوہ سیاسیات میں بھی بڑی بصیرت رکھتے تھے۔ وہ ایک عظیم مدبر تھے۔ ان کے مندرجہ محققانہ رسائل نے سیاستِ ملیہ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور سیاست دانوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔

(۱)انفس الفکر فی قربان البقر(۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء)

(۲)اعلام الاعلام بأن ھندوستان دار السلام(۱۳۰۶ھ /۱۸۸۸ء)

(۳)تدبیر فلاح و نجات و اصلاح(۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)

(۴)دوام العیش فی الائمۃ من القریش(۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)

(۵)المحجۃ المؤتمنۃ فی آیت الممتحنۃ(۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)

(۶)الطاری الداری لہفوات عبد الباری(۱۳۳۹ھ /۱۹۲۱ء)

(حوالہ: حیات مولانا امام احمد رضا خان بریلوی، صفحہ ۱۰۰، مؤلف ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ ادارہء تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۹ء)

جب تحریک ترکِ موالات کے زیر اثر ہندو مسلم اتحاد کی تحریک اٹھی تو امام اہل سنت مجدد اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے رسالے ”المحجۃ المؤتمنۃ“ میں قومِ مسلم کی رہنمائی فرماتے ہوئے فرمایا کہ: ”تبدیلِ احکام الرحمٰن اور اختراعِ احکامِ الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تمہیں اپنے سائے میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے میں ملے۔ یا أیها الذین آمنوا ادخلوا في السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن إنه لکم عدو مبین۔“

(حوالہ: المحجۃ المؤتمنۃ بحوالہ اَوراق گم گشتہ، ص ۳۰۵ مؤلف رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۸)

امام عشق و محبت سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ عالمِ اسلام کے صرف ایک عظیم دینی اور مذہبی شخصیت ہی نہیں تھے بلکہ فنِ سیاست میں بھی آپ ماہرانہ تدبر رکھتے تھے۔

آپ نے مسلمانوں کی ایسی سیاسی تربیت فرمائی ہے جس کی بدولت دانش مند سیاست دانوں کی ایک جماعت تیار ہوئی اور آپ علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کے لیے سیاسی پلیٹ فارم جماعت رضائے مصطفیٰ (۱۹۲۰ء) کی داغ بیل ڈالی۔ جس نے ہندو مسلم اتحاد اور فرقہ گاندھویہ پر مبنی تمام تحریکات کی پر زور تردید فرمائی۔